ABSTRACTS

The Influence of Turkish Tribal Languages in India

Turks share Pre-Christ relations with the people of the sub-continent. When these relations reached the Muslim era on the wings of lime, they got strengthened and developed linguistic relations in addition to culture and civilization. The article lime lights the arrival of the Turks tribes in the sub-continents and their linguistic influences.

ڈاکٹر محمد امتیاز

ہندوستان پر ترک قبائل کے لسانی اثرات

ترکوں کے ہندوستان سے روابط قبل از مسیح سے ہیں۔ ان روابط نے ہندوستان کو نہ صرف تہذیبی اور ثقافتی لحاظ سے متاثر کیا۔ بلکہ گہرے لسانی اثرات بھی مرتب کیے۔ جب ہم ہندوستان اور ترکی کے درمیان تعلقات سے پردہ ہٹاتے ہیں تو بات بہت دور نکل جاتی ہے کیوں کہ دونوں کے درمیان بہت ہی پرانے تاریخی تعلقات ہیں۔ اگر ہم وادی سندھ اور ترکی و تاتاری قبائل کی آبائی سر زمین وسطِ ایشیا کے باہمی تعلقات کا اندازہ لگانا چاہیں تو اس کی شروعات تاریخ کے دھندلکے میں پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں لیکن پھر بھی آثاراتی مطالعہ، تاریخی شواہد اور تقابلی لسانی جائزے کی روشنی میں یہ امر ضرور پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ آریاؤں کے ورود سے قبل ہڑپائی اور وسطِ ایشیا کی ہم عصر تہذیبوں کے درمیان گہرے ثقافتی رشتے موجود تھے۔[1]

عین الحق فرید کوٹی ایک روسی ماہر آثار قدیمہ وی۔ ایم۔ میسن (V.M.Massan) کی تصنیف ''روسی وسطِ ایشیا کا آثاراتی مطالعہ'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

> ''وسط ایشیا میں حالیہ کھدائیوں کے دوران جو حقائق سامنے آئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنوبی ترکمانیہ کی چار ہزار دو ہزار سال قبل مسیح کی مستقل زرعی نظام کی حامل تہذیب کا اپنی ہم عصر ایرانی، افغانی اور پاک و ہند تہذیبوں سے گہرا رشتہ تھا۔''[2]

ترکوں کے ہندوستان سے روابط کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور: قبل از مسیح، دوسرا دور: بعد از مسیح اور تیسرا دور: ہندوستان میں اسلامی دور اور سلطنتوں کے آغاز ہے۔ لازمی بات ہے کہ ترکوں نے ہندوستانی معاشرے پر یقیناً لسانی اثرات بھی مرتب

کیے ہوں گے اس لیے ذیل میں ان تینوں ادوار کا مختصر طور پر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا دور: ترکوں کی ہندوستان میں آمد......قبل از مسیح:

ہندوستان میں جو ترک قبیلہ سب سے پہلے داخل ہوتا ہے وہ ''ساکا'' ہے۔ جو وادیٔ سندھ میں داخل ہوا۔ یہ وسطِ ایشیاء کے خانہ بدوش اور جنگجو قبائل کا گروہ تھا۔ ساکا اور ستھین (۱۵۰۔۱۲۰ قبل مسیح) کے حملوں نے ترکی اور داردی زبانوں کو اثر انداز ہونے کا موقع دیا۔[3] دارا گستاسپ (۵۲۲ تا ۴۸۴ ق م) کے کتبوں میں اس قبیلے کا ذکر آیا ہے۔ ہیروڈوٹس (۴۸۴ تا ۴۳۰ ق م) نے ''ساکا'' قبیلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''ساکا'' قبیلے کے لوگ لباس کے طور پر پاجامہ استعمال کرتے ہیں اور سروں پر سخت قسم کی نوک دار ٹوپیاں پہنتے ہیں۔ یہ تیر کمان، خنجر اور تبر سے مسلح ہوتے ہیں۔''[4]

''ساکا'' کے بعد ایک دوسرا ترک قبیلہ ''یو چی'' وادی سندھ میں داخل ہوتا ہے۔ اس ترک قبیلے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ شروع شروع میں یہ مغربی چین کے صوبہ کانسو میں آباد تھا۔ اس قبیلے کے خط وخال کے بارے میں مذکور ہے کہ یہ لوگ لمبے قد و قامت، زردی مائل رنگت اور لمبی ناک کے حامل تھے۔[5] ۱۷۰ ق م میں ایک اور ترک قبیلے ''ہیونگ نو'' نے ''یو چی'' قبیلے پر حملہ کیا اور انھیں اپنی آبائی سرزمین سے نکال دیا۔ اب یو چی قبیلہ اپنے بے شمار گھوڑوں، مویشیوں، اور بھیڑوں کے لیے نئی چراگاہوں کی تلاش میں چل نکلا۔ مغرب کی طرف نقل مکانی کرتے ہوئے صحرائے گوبی کی شمالی سرحدوں پر ان کا ایک دوسرے ترک قبیلہ ''ووسون'' سے سامنا ہوا جو کہ ''دریائے اِلی'' کے کناروں پر آباد تھا۔ ووسون قبیلے نے مدافعت کی کوشش کی لیکن ''یو چی'' قبیلہ اسے فتح کرتا ہوا آگے ''سیر دریا'' کی وادی کی طرف نکل گیا جو کہ ''ساکا'' قبائل کا علاقہ تھا۔ ''ساکا'' قبائل نے اپنے علاقے کو بچانے کی کوشش کی لیکن یو چی قبیلے کے سامنے وہ بھی نہ ٹھہر سکے اور مجبوراً اپنی سرسبز چراگاہوں کو حملہ آوروں کے قبضے میں چھوڑ کر وادی سندھ کی طرف چل نکلے۔[6] ایک چینی مورخ ''فان یے'' نے یو چی قبائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''قدیم زمانہ میں ''یو چی'' قبائل، ''ہیونگ نو'' سے شکست کھانے کے بعد ''تاہیا'' کی وادی میں جا بسے۔ یہاں یہ ہسی یومی، کوئی شوانگ، شوانگ می، ہسی تون اور تومی نام کے پانچ خودمختار قبیلوں میں بٹ گئے۔ کوئی سو سال بعد کوئی شوانگ (کوشان) قبیلہ کے سردار کیوشیو کیو (کدفیس اول) نے باقی چاروں قبیلوں کو زیر کر کے وانگ (آقا) کا لقب اختیار کیا۔ پھر اس نے انگانسی (پارتھیا)، کاوفو (دریائے کابل)، سنسکرت (کبھا) پوٹا (باختر)[7] اور کی پن (گندھارا یعنی پشاور کے نواح) کے علاقوں پر حملہ کیا اور اپنے زیرنگیں لے آیا۔ اور اس طرح کشن سلطنت کی داغ بیل ڈال دی۔ کیوشیو کیو کی وفات کے بعد اس کا لڑکا ین کاؤ چن (کدفیس ثانی) تخت نشین ہوا۔ اس نے تین چیو (ٹیکسلا) کا علاقہ فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کیا۔''[8]

کیوشیو کیو کا ترکی نام کوجولا کپسا کرفس (اول) تھا۔ اس نے ایران کی شمالی سرحدوں سے لے کر ٹیکسلا تک کا علاقہ اپنے

زیرنگیں کر کے کشن حکومت کی بنیاد رکھی۔ باختر، سوگدیانہ اور بخارا کے علاقے بھی اس کے زیرسایہ تھے۔

دوسرا دور:

کیوشیو کے بعد کرفیس ثانی (۸۵ء تا ۱۲۰ء) کا دور شروع ہوتا ہے۔ کرفیس ثانی نے کئی ایک پارتھی اور ہند یونانی حکمرانوں کو شکست دے کر اپنی سلطنت کی حدود کو اور بھی وسیع کر دیا۔ پارتھیوں (۱۰۲، ۲۰۰ عیسوی) کے حملوں نے ترکی اور داردی اثرات کے لیے دوبارہ دروازہ کھولا۔ ۹ جنوب مشرق میں بنارس اور شمال میں خوارزم کے صوبے تک کے علاقے اس کی قلم رو میں شامل تھے۔ برِصغیر میں سب سے پہلے اسی حکمران نے سونے کے سکّے جاری کیے۔ جن کے ایک طرف یونانی بادشاہوں کے بادشاہ (Basileus baseleon) کا لقب درج ہے اور دوسری طرف خروشتی ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

''مہاراجا سا۔ راجا ادھیراجا سا (اعظم بادشاہ۔ بادشاہ کا بادشاہ یعنی شہنشاہ) سرب لوگ ایشوراسا (سب لوگوں کا آقا) مہا ایشوراسا ہیما کرفیسا (عظیم آقا ویما کرفیس) تراہ داتا (نجات دہندہ)۔'' ۱۰

جہاں تک ان سکّوں کی تاریخی شہادت کی بات ہے تو مغربی پاکستان کے علاوہ یہ سکّے بھارت کے اتر پردیش کے شہروں گورکھ پور اور غازی پور سے لے کر مدھیہ پردیش کے شہر جبل پور تک کے علاقوں میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ۱۱

کرفیس ثانی کے بعد مہاراجا کنشک اعظم (۱۲۰ء تا ۱۵۰ء) کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس کے عہد کو نہ صرف کشن خانہ دان بلکہ پاک و ہند کی پوری تاریخ میں ایک سنہری حیثیت حاصل ہے۔ اس کی سلطنت کی حدود بھڑائچ (کاٹھیاواڑ) سے لے کر شمال میں بحیرہ یورال تک اور مشرق میں ختن (چینی ترکستان) سے لے کر مغرب میں خراسان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ۱۲

مورخین کے مطابق مہاراجہ کنشک کے عہد کو ثقافتی، مذہبی اور لسانی لحاظ سے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ عہد مختلف تہذیبوں کے سنگم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور میں یونانی، رومی، ایرانی، ترکی، اور وادیٔ سندھ کی تہذیبوں کے میل جول نے فنونِ لطیفہ میں گندھارا آرٹ کو جنم دیا جو کہ ان تمام تہذیبوں کی اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ اسی عہد میں بدھ مت وسطِ ایشیا پر چھا گیا۔

چینی مورخوں کے مطابق تیسری صدی عیسوی میں کشن سلطنت کی حدود سمٹ کر باختر، افغانستان، گندھارا اور شمالی پنجاب کے علاقوں تک محدود ہو گئی تھیں۔ اس دور میں ایران کے ساسانی خانہ دان کے اولین حکمران اردشیر بابکاں (۲۲۴ء تا ۲۴۱ء) اور شاہ پور (۲۴۱ء تا ۲۷۲ء) نے کشن حکمرانوں کو شکست دے کر باختر کے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۳

کشن خانہ دان کے پانچ سو سالہ دورِ حکومت نے پنجاب، افغانستان اور وسط ایشیاء میں جو تہذیبی، ثقافتی اور لسانی اثرات چھوڑے ان کا پوری طرح احاطہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن پھر بھی اس عہد کے دو مختلف چہرے ہمارے سامنے ہیں۔ اول تو یہ کہ کشن قبیلہ ترکی اصل سے تعلق رکھتا تھا۔ وادی سندھ میں اس کے ورود سے یہاں کے تہذیب و تمدن میں ایک نیا رنگ شامل ہو گیا۔ ساتھ ہی اس عہد کے لسانی اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اس تصویر کا دوسرا رخ وہ ہے، جب ہندوستان میں آنے کے بعد ''کشن قبیلہ'' مقامی تہذیب وتمدن اور مذہب وزبان اختیار کر لیتا ہے۔اس تصویر کے دوسرے رخ کا جائزہ لینے سے پہلے اس کے اولین پہلو پر سرسری نظر ڈال لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

وسط ایشیاء کی قدیم ترکی زبانوں کے مطالعے کے سلسلہ میں ایران کے شمال مغربی علاقے (قدیم مدائن) میں واقع باغستان یا بیہستون کے کھنڈرات سے دست یاب ہونے والی لوحیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ان پر قدیم فارسی، بابلی اور ساکا (قدیم ترکی) زبانوں میں داراک شتاسپ کی فتوحات کا حال درج ہے۔یاد رہے کہ اس عہد میں ہخامنشی سلطنت کی حدود، وسط ایشیاء میں سیر دریا کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھیں۔اس میں ترکی قبائل کے علاقے ''ساکا''، ''سغدائی''، ''خراسان'' اور ''باختر'' شامل تھے۔اس دور میں اس علاقے کو تو ''ران'' کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہاں کی زبان ''تورانی'' کہلاتی تھی۔ان کتبوں میں جو ''ساکا'' زبان کا نمونہ ملتا ہے اس سے نہ صرف وسط ایشیاء کے ترکی قبائل کی قدیم زبان کا مطالعہ کرنے میں مدد ملتی ہے بلکہ ساتھ ہی اس زبان کے دراوڑی گروہ سے گہری مطابقت کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔

بشپ کاڈویل نے بیہستون کی اس تحریر اور دراوڑی زبانوں میں نو مختلف پہلوؤں میں باہمی اشتراک کے بارے میں بحث کی ہے۔یہاں پر مختصر طور پر چند مثالوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اول: بیہستون کی ترکی تحریر اور دراوڑی زبانوں میں لثوی آوازیں مثلاً ٹ، ڈ، اور لثوی نون مشترکہ طور پر مروج ہیں۔

دوم: اضافی علامت کے طور پر دونوں زبانوں میں ''نا'' کا لاحقہ مستعمل ہے۔مثلاً براہوئی: نن (ہم)۔ننا (ہمارا) کناری: نانو (میں)۔نانا (میرا) اسی طرح ساکا ہو (میں)۔ہونینا (میرا)۔اس میں ''نا'' کی اضافی علامت دہری صورت میں مستعمل ہوئی ہے۔

سوم: دونوں زبانوں میں مفعولی حالت کے لیے ''ک'' کی علامت مشترک طور پر مستعمل ہے جیسے کہ:
ساکا: ''نی اکا''، یا ''نی اکی''، (تجھ کو)۔نی بمعنی تو ملیالم: نینا کو تلگو: نی کو۔تو لو۔(تجھ کو) نی بمعنی تو۔

چہارم: دونوں زبانوں میں صیغہ واحد حاضر کی صورت ایک ہی ہے جیسے کہ اوپر کی مثال سے واضح ہے۔

پنجم: گرامر کے لحاظ سے دونوں زبانیں تالیفی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔[۱۴]

اگرچہ ان مثالوں سے دراوڑی اور ترکی زبانوں میں گہرے لسانی رشتے کے دعوے کو مزید تقویت ملتی ہے لیکن ان کی روشنی میں یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ آیا پنجابی زبان کی پوٹھوہاری اور ملتانی بولیوں میں اضافی علامتیں ''نا'' اور ''نڈا'' اور مفعولی علامتیں ''کی'' اور ''کو'' ''ترکی زبانوں کی باقیات میں سے ہے یا دراوڑی زبانوں کا ورثہ ہیں۔

بہر حال برصغیر میں ان علامتوں کے عمومی استعمال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہڑپائی تہذیب کے عہد کی دراوڑی زبانوں ہی سے ورثہ میں ملی ہیں۔وسط ایشیاء میں ہندوستانی حکومت کے استحکام کے بعد اس تمام علاقے میں حفاظتی چوکیاں قائم کر دی گئیں۔

آثارات سے ہندوستانی طرز کے مندروں کی برآمدگی اس امر کی شاہد ہے کہ یہاں بدھ مت کے ہندوستانی مبلغوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ غرض یہ کہ یہ آبادیاں ہندوستانی، یونانی اور مقامی ترکی باشندوں سے آباد تھیں۔ ان کے باہمی ملاپ سے ایک نئی تہذیب جنم لے رہی تھی۔ اس تہذیبی اور میل ملاپ کے پردے میں لسانی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ چینی ترکستان کے کھنڈرات سے دست یاب ہونے والے کتبوں کی زبان کو جنھیں مغربی ماہرین لسانیات نے تو ''خاری'' زبان کا نام دیا ہے غالباً اسی عہد کی یادگار ہیں۔

پانچویں صدی عیسوی میں ''سفید ہن قبائل'' کی یلغار کے ساتھ ہی وسط ایشیاء میں ہندوستان کی پانچ سو سالہ شان دار حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ گو یہ ہندوستانی بستیاں خود زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں لیکن ان کے اثرات نہایت دیرپا ثابت ہوئے۔ اوّل تو گندھارا فن اس مرکز سے اٹھا اور چین، جاپان، کوریا اور منچوریا تک علاقوں میں پھیل گیا اور نئی سرزمینوں میں خوب پھلا پھولا۔ موجودہ چینی اور جاپانی فنِ مصوری اور فنِ سنگ تراشی کو اس قدیم گندھارا فن کا مرہون منت تسلیم کیا جاتا ہے۔ دوم بدھ مذہب کی تبلیغ، غالباً جنوب مشرقی اور وسطی ایشیاء میں بدھ مت کی اشاعت وادی، سندھ کی ان نو آبادیوں کے بدھ بھکشوؤں کی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔ اس عہد میں بدھ مت کی تعلیم کے لیے زیادہ تر ''براہمی'' اور ''خروشتی'' رسم الخط استعمال کیا گیا ہے جس کی زبان اکثر حالات میں پراکرت اور بعض اوقات سن سکرت ہے۔ نتیجتاً بدھ مذہب کے ساتھ ساتھ وادی سندھ کی اُس وقت کی مروجہ زبان کے کتنے ہی الفاظ مقامی زبانوں میں سرایت کر گئے۔ [۱۵] ڈاکٹر صابر علی خان نے اس بارے میں لکھا ہے کہ۔

> ''بدھ ازم کو قبول کرنے سے ترکی (اور منگولی) زبان پر سنسکرت زبان کا بہت اثر ہوا۔ یہی نہیں بلکہ بعض علاقوں میں ترکی زبان کو سن سکرت رسم الخط میں لکھا جانے لگا۔ حروف تہجی اور ہندسوں کی شکلیں تقریباً بالکل ایسی تھیں جیسے آج بھی بھارت کے بعض علاقوں میں رائج ہیں۔'' [۱۶]

علاوہ ازیں ڈاکٹر صابر علی خان نے کشن عہد میں ترکوں کے مذہبی نظریات پر بدھ مت کے اثرات اور سن سکرت رسم الخط کی ترویج کا ذکر کرنے کے بعد قدیم ترکی تحریروں اور ترکی و تاتاری زبانوں کی لغات سے منتخب شدہ ذیل کے سن سکرت الاصل الفاظ کی نشان دہی کی ہے: [۱۷]

ترکی و تاتاری الفاظ	سن سکرت کے مترادف الفاظ	ترکی و تاتاری الفاظ	سن سکرت کے مترادف الفاظ
اچاری (معلم)	اچاریہ	اکشرا (حرف)	اکشرا
باراناس (بنارس شہر)	ورناسی	چکر (پہیہ)	چکر
درم (مذہب)	دھرم	کانگ (دریائے گنگا)	گنگا
مدر (میٹھا)	مدھو	نامو (تعریف)	نمس
نربان (نجات)	نروان	نوم (قانون)	نیئم

راکش (شیطان)	راکشس	شلوک (شعر)	شلوک
سادو (درویش)	سادھو	شازان (نظام)	شاسن
بالا (بچہ)	بالک	بخشی (تقسیم کار)	بھکشو

تیسرا دور: ہندوستان میں اسلامی دور اور سلطنتوں کا آغاز:

ظہورِ اسلام کے بعد وادی سندھ میں ترک قبائل کی آمد کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں کئی ترک سپہ سالار اپنے جنگ جو سپاہیوں کے لشکروں کے ساتھ ہندوستان میں وارد ہوتے ہیں اور یہاں نئی نئی سلطنتوں کی بنیادیں ڈال دیتے ہیں۔

چوتھا دور:

اُردو اور ترکی تاریخی پس منظر کا ایک سنہر دور ''ترکانِ یاغمہ کے سپہ سالار امیر سبکتگین کے حملے سے شروع ہوتا ہے اور ایبک، خلجی، تغلق، سادات اور لودھی خانہ دان سے ہوتا ہوا تیموری خانہ دان (مغلیہ سلطنت) پر جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔''۱۸

سبکتگین غزنی کا بادشاہ تھا۔ اس نے راجا جے پال پر فوج کشی کی، راجہ صلح کرنے پر مجبور ہوا، لیکن صلح توڑ دی۔ اس لیے سبکتگین نے دوبارہ حملہ کیا اور ''پنجاب سے پشاور تک اس کے قبضے میں آ گیا۔ مسلمان ان مفتوحہ علاقوں میں رہنے لگے۔''۱۹

دسویں صدی عیسوی کے آخر میں ترک فاتح سبکتگین کا پنجاب پر حملہ، ترکوں سے ہندوستان کا اولین رابطہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد محمود غزنوی کی حکومت بھی ترک اثرات میں اضافے کا باعث بنی۔ ''گیارھویں صدی میں محمد غوری کے بار بار حملے اور اس کی فوج کا یہاں کے مختلف علاقوں میں چھاؤنیاں بنا کر قیام، پھر تیرھویں صدی میں ہند میں باقاعدہ ترک حکومت کا قیام اور دہلی کو مستقلاً دارالحکومت قرار دیا جانا۔''۲۰

یہ اسلامی دور تقریباً ۶۵۰ سال پر محیط ہے۔ یہاں اس دور کا عہد بہ عہد جائزہ لیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس عہد میں اُردو زبان پر ترکوں کے تہذیبی و ثقافتی اور لسانی اثرات کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔

سبکتگین کے بعد اس کے جانشین سلطان محمود غزنوی (۹۹۲ء۔۱۰۳۰ء) نے ۲۷ سال میں ہندوستان پر ۱۷ حملے کر کے پشاور، ملتان، کالنجر، قنوج، متھرا اور گجرات پر قبضہ کر لیا۔ محمود کے بعد سب مفتوحہ علاقے ہاتھ سے نکل گئے، لیکن پنجاب پر قبضہ رہا اور دو سو برس کے قریب خانہ دان غزنوی نے پنجاب میں حکومت کی۔ لاہور دارالحکومت رہا۔ مختلف اقوام و ممالک کے مسلمان (عرب، ترک، مغل، ایرنی، افغانی) پنجاب میں مقیم رہے اور اہلِ ہند کے ساتھ تمدن و معاشرت، لین دین، شادی بیاہ غرض یہ کہ ہر قسم کے تعلقات پیدا کیے۔ ''اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے غیر شعور طور مقامی الفاظ اپنی زبانوں میں ملا نے شامل کر لیے جب کہ اہلِ ہند نے عربی، فارسی، ترکی زبانوں کے الفاظ اپنی زبان میں شامل کیے۔''۲۱

سلطان محمود غزنوی اور اس کے جانشینوں کے دور میں مسلمانوں اور ہندوستانیوں کے ربط و اتصال کی کیا کیفیت رہی ہوگی،

اس کا اندازہ حافظ محمود شیرانی کی اس عبارت سے ہوسکتا ہے:

''غزنوی دور میں سلطان محمود غزنوی ۴۱۳ھ اور ۴۲۱ھ میں لاہور پر قبضہ کر کے پنجاب کو اپنی قلم رو میں شامل کر لیا۔ اس شہر کو جس کا جدید نام محمود پور رکھا گیا، اپنے والی کا صدر مقام بنا دیا۔ جس کے تحت فوج کی بڑی تعداد رہتی تھی۔ مفتوحہ علاقہ مختلف ضلعوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مثلاً جالندھر، جہلم، ملتان، سندھ وغیرہ۔ سپاہ زیادہ تر ترک، افغان خلجی اور ہندی تھے۔ فوج کی تعداد کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوالنجم زریر شیبانی کے پاس جو سلطان ابراہیم غزنوی ۴۵۰ھ۔۴۹۲ھ کے عہد کا سپہ سالار ہند تھا۔ چالیس ہزار فوج تھی اس کے ماتحتوں کی فوجیں اس کے علاوہ ہیں۔ الغرض مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد محمود کے وقت ہی سے پنجاب میں آباد ہو گئی تھی۔'' ۲۲

محمود کے دور حکومت میں اُردو زبان کے بال و پر نکلنے شروع ہو گئے تھے۔ کیوں کہ اب ہندوستان میں مسلمان قوم ایک فاتح کی حیثیت سے رہ رہی تھی۔ مسلمانوں حکمرانوں کی زبان فارسی، عربی اور ترکی تھی۔ یہ فطری بات ہے کہ مفتوح قوم، فاتح قوم کی تہذیب و ثقافت اور زبان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ رام بابو سکسینہ کا کہنا ہے:

''مسلمان بحیثیت فاتح ہندوستان میں آئے اور قدرتاً زبان فارسی جو ان کی مادری زبان تھی ہندوستان کی شاہی زبان بن گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیسی زبان مثلِ خادمہ کے دب کر اور مغلوب ہو کر اپنی مالکہ زبان فارسی کی خدمت کرنے لگی۔ اور اسی طرز ادا اور محاورات وغیرہ کی متبع اور ناقل ہوگئی۔ لوگوں کو نئی زبان سیکھنے کا شوق ہوا کرتا ہے اس وجہ سے اس وقت کے لوگ بھی پرانا طرز چھوڑنے اور نئے الفاظ اور جدید محاورات اختیار کرنے لگے۔'' ۲۳

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا قیام:

شہاب الدین غوری نے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ۱۱۵۷ء میں سب سے پہلے شہاب الدین غوری نے ملتان پر حملہ کیا۔ ملتان کے بعد اس نے اوچ کے قلعے کو فتح کر لیا۔ ملتان اور اوچ دونوں فوجی چھاونیاں بھی تھیں۔ لہٰذا اس کے بعد پنجاب پر حملہ نہایت آسان ہو گیا تھا۔ ۱۱۸۲ء تک اس نے سندھ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۱۱۸۶ء میں اس نے لاہور پر حملہ کیا اور وہاں کے غزنوی حاکم خسرو ملک کو شکست دی۔ ۲۴

شہاب الدین غوری کے دورِ حکومت نے بھی ہندوستان پر گہرے لسانی اثرات مرتب کیے اور ساتھ ہی یہاں کی تہذیب و تمدن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

قطب الدین ایبک (۱۲۰۶ء۔۱۲۱۰ء)، قوم ترک، خانہ دان غلامان کا بانی تھا۔ قطب الدین ترکستان سے نیشاپور لایا گیا تھا۔ وہ نیشاپور کے قاضی کا غلام تھا۔ جس کی وفات کے بعد ایک تاجر نے اسے خرید کر شہاب الدین غوری کو بطور تحفہ دیا۔ شہاب الدین غوری کی فوج میں قطب الدین ایک نامور ترک سپہ سالار کے نام سے ابھرا۔ اپنی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے بہت ہی جلد قطب الدین ایبک نے شہاب الدین غوری کی نظروں میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔

قطب الدین کو رسمی آزادی اس وقت ملی جب شہاب الدین غوری کے شرعی وارث اور شاہ غور سلطان غیاث الدین محمود نے اس کو بہ روایت یوم سہ شنبہ ۱۸ ذی قعدہ ۶۰۲ھ اور بہ روایت ۶۰۵ ھ بمطابق ۱۲۰۸ء میں چتر و امارت بادشاہی و خطاب سلطان و خط آزادی عطا کیا۔ سلطان ایبک کے لقب سے لاہور میں اس کی تخت نشینی کی رسم انجام پائی۔ وہ اپنا پایہ تخت لاہور سے ہندوستان کے قلب اور اس کی پرانی راجدھانی میں لے آیا۔ ۲۵ اس حوالے سے حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں

> ''قطب الدین ایبک کے ساتھ جو لوگ ہجرت کر کے دہلی آ گئے تھے۔ اگر چہ ان میں مختلف اقوام شامل تھیں۔ مثلاً ترک (جو بڑے عہدوں پر ممتاز تھے۔) خراسانی جو مناصب دیوانی پر سرفراز تھے، خلج، افغان اور پنجابی، لیکن ان میں زیادہ تعداد موخر الذکر کی تھی۔ جو فوجی اور دیوانی خدمات کے علاوہ زندگی کے اور پیشوں اور شعبوں پر بھی متصرف تھے۔۔ بہر حال قطب الدین کے فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوتے ہیں جس میں خود مسلمان قومیں ایک دوسرے سے تکلم کر سکیں اور ساتھ ہی ہندو اقوام بھی اس کو سمجھ سکیں اور جس کو قیامِ پنجاب کے زمانے میں وہ بولتے رہے ہیں۔'' ۲۶

حافظ محمود شیرانی کے اس بیان میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ قطب الدین ایبک کے ساتھ جن اقوام نے ہجرت کی ان میں ترک قوم کے افراد اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ ظاہر ہے کہ ترکوں کا اثر و رسوخ زیادہ ہوگا اسی لیے کہ وہ اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اور پھر ان کے لسانی اثرات سے بھی کسی کو انکار ممکن نہیں۔

جہاں ایک طرف ترک فاتح، ہندوستان میں نئی سلطنتوں کی بنیاد رکھتے ہیں تو دوسری جانب ان کے ساتھ ساتھ مبلغین اسلام سفر و حضر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ہندوستان کو دین اسلام کی روشنی سے منور کر رہے تھے اور۔ یہاں کی سرزمین کی دل کشی انھیں واپس جانے نہیں دیتی اور آخر وہ یہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔

یہ لشکری، مبلغ، تاجر، سوداگر اور سیاح اپنے ساتھ نئی زبان لے کر آتے ہیں۔ یہاں ان کا واسطہ مقامی زبان سے پڑتا ہے۔ اس طرح برصغیر کے لسانی ڈھانچے میں ایک نیا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ پنجاب کے لوک گیتوں میں آج بھی ترک لشکریوں کے ''اڑ دبزار'' (اردو بازار یعنی فوجی چھاونی) سے نمودار ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ عوام کی زبان سے آج بھی ''اڑ دو'' بمعنی لٹا دینا کا محاورہ سننے میں آتا ہے، جو غالباً ترک لشکریوں کے حملوں کی غمازی کرتا ہے۔ اس طرح کتنے ہی ترکی الفاظ ہیں جو اُردو زبان میں شامل ہو کر ایسے شیر و شکر ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان مشکل ہے۔ ۲۷

ظاہر ہے کہ ہر نئی آنے والی قوم اپنے مخصوص ملبوسات، طعام، ظروف، اوزار، آلاتِ حرب اور رشتوں ناطوں کے نام اپنے ساتھ لے کر آتی ہے۔ نئی سرزمین ان اجنبی چیزوں کے نام بعض دفعہ جوں کے توں اپنی اصلی صورت میں اور بعض مرتبہ تبدیل شدہ صورت میں اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ یہی کچھ ترکوں کے وادیٔ سندھ میں ورود کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا۔ آج کتنے ہی ترکی الفاظ ہماری روزمرہ کی زبان میں مروج ہیں جس کی چند ایک مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں

آلاتِ حرب: توپ، بندوق، تفنگ، چاقو۔

جنگی اصطلاحات: یلغار، یورش، یرغمال، ہراول، بکاول، تمغہ، یلدرم،

آلات اور ظروف: قینچی، تسمہ، طشت، قاب، چلمچی، کاشوغ، سینی۔

معاشرتی القابات: آغا، آقا، بیگ، بیگم، خان، خانم، خاتون، باجی، بی بی، انگہ، اتالیق۔

متفرقات: قاش، قالین، غالیچہ، چوغہ، ایلچی، قزاق، خچر وغیرہ۔[۲۸] اور ترکی الفاظ، آج بھی اُردو میں مستعمل ہیں۔

اب تک کی اس مختصر بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وادیٔ سندھ میں ترکی قبائل کی آمد کا پہلا دور یوچی قبائل کے ورود (پہلی صدی) سے شروع ہو کر عہدِ غزنوی سے کچھ عرصہ قبل، ترکی شاہی خانہ دان کی حکومت کے خاتمے پر جا کر مکمل ہوتا ہے۔ دو ہزار سال کے اس طویل عرصہ میں وادیٔ سندھ کی اپنی زبانوں نے اور ترکی و تاتاریوں کی زبانوں نے ایک دوسرے کو خاصا متاثر کیا جس کے نتیجے میں ایک ایسا نیا لسانی ڈھانچہ ظہور پذیر ہوا جس نے ہندوستان میں زبانوں اور بولیوں کو جنم دیا اور متعدد زبانوں پر اثرات بھی مرتب کیے اور اسی دور میں ایک ایسی قابل ذکر زبان بھی وجود میں آئی جس نے ترکی، ہندی، عربی اور فارسی بولنے والوں کے درمیان رابطے کو آسان کر دیا۔ یہ زبان ''اردو'' ہے۔ دنیا جسے، دنیا کی تیسری بڑی زبان تسلیم کرتی ہے۔

حواشی:

۱۔ عین الحق فرید کوٹی، ''اردو زبان کی قدیم تاریخ''، اورینٹ ریسرچ سنٹر، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۴۸۔
۲۔ ایضاً، ص ۲۵۵۔
۳۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ''سندھی بولی جی مختصر تاریخ''، حیدرآباد، سندھ، ۱۹۶۲ء، ص ۱۱۔
۴۔ عین الحق فرید کوٹی، ص ۲۵۷۔
۵۔ ایضاً، ص ۲۵۷۔
۶۔ ایضاً، ص ۲۵۷۔
۷۔ اس عہد کی کانٹین کی چینی میں ''پوٹا'' کا تلفظ ''پوک تیؤ'' درج ہے جس سے ''پختو'' یعنی پٹھانوں کی سرزمین بھی مراد لی جا سکتی ہے۔
۸۔ عین الحق فرید کوٹی، ص ۲۵۸۔
۹۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ص ۔۱۱
۱۰۔ سدھیشور ورما، ''آریائی زبانیں''، اورینٹ ریسرچ سنٹر، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۱۰۳۔
۱۱۔ عین الحق فرید کوٹی، ص ۲۶۰۔
۱۲۔ ایضاً، ص ۲۶۰۔
۱۳۔ ایضاً، ص ۲۶۱۔
۱۴۔ ایضاً، ص ۲۶۲۔
۱۵۔ ایضاً، ص ۔۲۶۶
۱۶۔ ڈاکٹر صابر علی خان، ''اردو میں ترکی و منگولی الفاظ''، اردو نامہ، اردو لغت بورڈ، کراچی، شمارہ ۱۹۶۳ء، ص ۱۳۔

۱۷۔ ایضاً ص۱۳۔
۱۸۔ ہندوستان میں یہ کسی مسلمان بادشاہ یا گروہ کی پہلی آمد نہیں تھی بلکہ اس سے پہلے عرب سے سندھ کے راستے محمد بن قاسم (۷۱۱ء۔۷۱۳ء) داخل ہوئے تھے۔
۱۹۔ حامد حسن قادری، ''داستانِ تاریخ اُردو''، اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص۱۰۔
۲۰۔ ایم جمال علوی، ''اردو ترکی کا لسانی رشتہ''مشمولہ''پاکستانی ادب'' مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر اور رشید امجد۔۱۹۹۴ء، ص۱۲۳۔
۲۱۔ حامد حسن قادری، ص۱۰۔
۲۲۔ حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''(حصّہ اوّل) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، ص۴۷۔
۲۳۔ رام بابو سکسینہ، ''تاریخ ادب اردو'' غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص۲۷۔
۲۴۔ انوار ہاشمی، ''تاریخ پاک و ہند''، کراچی بک سنٹر، کراچی۔۱۹۹۵ء، ص۵۶۔
۲۵۔ سیّد ریاست علی ندوی، ''عہد اسلامی کا ہندوستان''، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص۱۶۱۔
۲۶۔ انوار ہاشمی، ص۶۸۔
۲۷۔ عین الحق فریدکوٹی، ص۲۷۴۔
۲۸۔ ایضاً ص۲۷۵۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ بلوچ، نبی بخش، ڈاکٹر: ۱۹۶۲ء، ''سندھی بولی جی مختصر تاریخ''، حیدرآباد سندھ۔
۲۔ خان، صابر علی، ڈاکٹر: ۱۹۶۳ء ''اردو میں ترکی و منگولی الفاظ'' اردو نامہ، اردو لغت بورڈ، کراچی۔
۳۔ سکسینہ، رام بابو: ۲۰۰۳ء، ''تاریخ ادبِ اردو''، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی۔
۴۔ شیرانی، حافظ محمود: ۱۹۹۸ء، ''پنجاب میں اُردو'' (حصّہ اوّل) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔
۵۔ علوی، ایم جمال: ۱۹۹۴ء، ''اردو ترکی کا لسانی رشتہ''مشمولہ ''پاکستانی ادب نثر'' مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر اور رشید امجد۔
۶۔ فریدکوٹی، عین الحق: ۱۹۸۸ء، ''اردو زبان کی قدیم تاریخ'' اورینٹ ریسرچ سنٹر، لاہور۔
۷۔ قادری، حامد حسن: ۱۹۸۸ء، ''داستانِ تاریخ اُردو''، اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔
۸۔ ندوی، ریاست علی، سیّد: ۲۰۰۱ء، ''عہد اسلامی کا ہندوستان''، تخلیقات، لاہور۔
۹۔ ورما، سدھیشو: ۱۹۶۰ء، ''آریائی زبانیں'' اورینٹ ریسرچ سنٹر، لاہور۔
۱۰۔ ہاشمی، انوار: ۱۹۹۵ء، ''تاریخ پاک و ہند''، کراچی بک سنٹر، کراچی۔